پروفیسر قاضی حلیم فضلی

احترام رسالت کے ایمانی تقاضے

<u>امتیاز زیر موضوع مع ترجمہ:</u>

یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھرو

بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون۔ (سورۃ حجرات۔۲)

''اے ایمان والو! اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو' اور نہ نبیؐ سے اونچی آواز سے باتیں کرو' جیسا کہ تم آپس

ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو' کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تمہارا کیا کرایا نیک عمل ضائع ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو

<u>تفسیر وتشریح:</u>

مندرجہ آیت سورۃ الحجرات کی پہلی آت کی طرح حضورﷺ کی مجلسوں میں بیٹھنے اور آپؐ سے گفتگو کر کے آداب سے متعلق ہے تاکہ آپ پر ایمان لانے والے آپؐ کے احترام' ان کی عظمت اور مرتبہ سے واقف ہو کر آداب کا خیال رکھیں' اور غیر شعوری طور پر کسی ایسی بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب نہ ہو جائیں جو ان کے اعمال ضیاع کا موجب بن جائے' حضورﷺ کے ساتھ پیش آتے وقت یہ احساس دامن گیر رہے کہ وہ کسی عام آدمی مخاطب نہیں اور نہ عام آدمی ان سے گفتگو کر رہا ہے' باہمی ہم مرتبہ افراد کے ساتھ گفتگو اور حضورﷺ کے ساتھ گفتگ انداز جدا ہونا چاہیے۔

یہ آداب بظاہر حضورﷺ کی زندگی میں ان کے ساتھ موجود صحابہ کرامؓ کی روزمرہ آمدورفت میل جول ا طرز تخاطب سے متعلق معلوم ہوتے ہیں' اور عام آدمی اس حکم کو حضورؐ کی زندگی تک محدود سمجھتا ہے' اور یہ خیال کرتا ہے اب جب کہ حضورؐ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں تو اسی احتیاط کی ضرورت باقی نہیں رہی' لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے' حکم حدیثاً حضورؐ کی زندگی میں اہم تھا اتنا ہی آج بھی ہے۔

اگرچہ حضورؐ کی ذاتِ گرامی قدر ہمارے درمیان موجود نہیں ہے تو بھی آپؐ کے احکامات' ان کا طرزِ عمل' اند

---

* مدیر ماہنامہ ''القلم'' اوگی' مانسہرہ

حیات اور ہدایات موجود ہیں اور یہ اتنے ہی واجب الاحترام لائق تعظیم وتکریم اور مستحق محبت اور عقیدت ہیں جتنے ان کی زندگی میں تھے۔ اب آپؐ کے وہ احکامات' ان کا طرز عمل و ہدایات ہوتے ہوئے اپنی رائے اپنی بات اور اپنے افکار نظریات کو مقدم سمجھے اپنی بات کو اونچا رکھے' یہ اتنی ہی گستاخی اور بے ادبی ہے جتنی ان کے سامنے آواز اونچی رکھنا' آپؐ کا فیصلہ موجود ہو' ان کا ذکر ہو رہا ہو' ان کی تعلیمات کا بیان ہو رہا ہو تو انہیں خاموشی سے سننا' ان پر عمل کرنا اسی آیت کے حکم اور تعلیم کے ذیل میں آتا ہے۔

عمومی تعلیم:

اسی آیت کے ذریعے اسلامی تعلیمات و آداب کا عمومی انداز بھی سکھایا گیا ہے کہ اپنے میں سے بزرگ شخاص خاندانی ہوں یا شہری ہوں' عمر میں بڑے ہوں یا علم وتقویٰ میں بڑے ہوں ان کے ساتھ اسی طرح کے طرز تخاطب اور طرز کلام کی نصیحت ملتی ہے' اپنے بزرگوں کے ساتھ ہم مرتبہ لوگوں یا ہم عمر ساتھیوں کا سا اندازِ گفتگو بے ادبی جہالت اور عدم احترام کا ثبوت ہوتا ہے۔ اسی آیت میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دین میں ذاتِ رسولؐ کی عظمت کا مقام کتنا بلند ہے' رسولؐ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں' خواہ وہ کتنا ہی قابل احترام ہو یہ حیثیت نہیں رکھتا کہ اس کے ساتھ بے دبی ہو' اس کے سامنے بلند آواز سے بولنا اتنا بڑا جرم ہے کہ کفر کے برابر اس کی سزا دی جائے' ہے اس کے اعمال صالحہ غارت کر دیئے جائیں ورنہ ان کے حق میں بے ادبی' بلند کلامی کو زیادہ سے زیادہ گستاخی و بدتمیزی کہا جائے گا۔

احترام رسالت کے احکام:

رسول خداﷺ کا احترام خدا کا احترام ہے۔ اس آیت سے متصل اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ ر کے اس امتحان میں پورے اترتے ہیں' یعنی اپنی آوازیں حضورؐ کے سامنے نیچی رکھتے ہیں ان کے دل تقویٰ کے لئے ن لئے جاتے ہیں' ان کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی ہے۔ گویا حضورؐ کے احترام سے خالی دل تقویٰ سے لی ہوتے ہیں' حضورؐ کے مقابلے میں کسی کی آواز بلند کرنا محض ظاہری بدتہذیبی نہیں بلکہ باطنی پرہیزگاری کے بھی منافی ہے' قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یا ایها الذین امنوا اطیعوا الله ورسوله ولا تولوا عنه نتم تسمعون۔ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کی تابعداری کرو اور انکی ہدایت سے منہ نہ موڑو بلہ تم اسے سنو۔''

حضورؐ کے دورِ حیات انہی احکامات و ہدایات کو سننا ان کی زبانی مبارک تھا' آپ کے بعد ان احکامات و لیمات کو اس وقت سے لے کر اب تک سنایا جا رہا ہے' پڑھا جاتا ہے' پڑھایا جا رہا ہے' اب اپنی زندگی میں ان احکامات تعلیمات پر نہ چلنا یقیناً روگردانی اور منہ موڑنا ہے۔

کیا ہم اپنی زندگی میں اپنے معاملات میں اپنے رسوم و روایات میں اپنے تعلقات میں' اپنے قوانین میں'

اپنی زراعت وتجارت میں حضور ﷺ کی تعلیماتی' احکاماتی اور ہدایاتی آواز کے مقابلے میں اپنی آواز اپنی خواہش اپنی مرضی کی آواز' ضمیر کی آواز' اور نفس کی آواز کو دباتے ہیں؟ اگر نہیں دباتے اور انہیں اونچا رکھتے ہیں تو پھر خدا کے اس خطرناک وعدے اور دردناک سزا کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ' یدخلہ نارا خالداً فیھا ولہ عذاب مھین۔ ”جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی اور ان کی قائم کردہ حدود کو توڑا اسے ہمیشہ کے لئے آگ میں ڈالا جائے گا اور ذلت آمیز عذاب دیا جائے گا“ (سورۃ جن ۲۳)

اس کے برعکس خدا اور رسول ﷺ کی تابعداری کرنے والوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی ہے: اطیعوا اللہ ورسولہ لعلکم ترحمون۔ ”خدا اور رسول کی تابعداری کرو تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے۔“

مومنین کا کردار:

مومن کا کردار تو یہ ہوتا ہے۔ انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا اولئک ھم المفلحون۔ (سورۃ نور۔۵۱)

جب مومن لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے اختلافات کا فیصلہ کیا جائے تو مومنین خدا اور رسول ﷺ کا فیصلہ سن کر پکار اٹھتے ہیں کہ ہم نے یہ فیصلہ سن لیا اور مان لیا۔ یہی لوگ بامراد اور فلاح پانے والے ہوتے ہیں وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر سر جھکا دیتے ہیں اختلافات پر اڑے نہیں رہتے۔

پھر اسی سورۃ نور کی اگلی آیت ۵۲' میں مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

من یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ' فاؤلئک ھم الفائزون۔

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری میں زندگی کے معاملات گزار ہیں اللہ سے ڈریں اور پرہیزگاری اختیار کریں وہی لوگ کامیاب و بامراد قرار دیئے جاتے ہیں' اور اعلیٰ درجات پر بٹھائے جاتے ہیں“

ہمارے نزدیک کامیابی کا معیار جدا ہے ہم خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنی چالاکی اور دھوکہ دہی سے جعل سازی اور چاپلوسی سے' جھوٹ اور وعدہ خلافیوں سے' اپنا ایمان اخلاق اور ضمیر بیچ کر ترقیوں پر فائز ہونے کو کامیابی سمجھتے ہیں' آج ہمارے آس پاس سیاسی اعتبار سے' کاروباری طور پر' اپنے اپنے مناصب کے لحاظ سے اور دولت کے لحاظ سے جتنے لوگوں کی زندگیوں میں چمک دمک نظر آتی ہے وہ بلاشبہ کامیابی کی علامتیں نظر آتی ہیں' مگر ان کے اندر جھانک کر دیکھئے تو ساری چمک دمک خدا اور رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزیوں کے ذریعہ حاصل کردہ ہوگی' پھر ماشاء اللہ' اصل کامیابی خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے اس کے بغیر تمام اعمال باطل اور غارت ہیں' اطیعو اللہ ورسولہ ولاتبطلو اعمالکم۔ خدا اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال برباد نہ کرو۔

سورۂ نور آیت ۶۲۔۶۳ میں ارشاد ہے: ولا تجعلو دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم

بعضا۔ قد یعلم الله الذین یتسللون منکم لواذا۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم " "مومنو! پیغمبرؐ کے بلانے کو تم ایسا خیال نہ کرو کہ تم اس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو' بے شک خدا کو وہ لوگ معلوم نہیں جو پیغمبر کے بلاوے' دعوت پر آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں' یعنی سنی ان سنی کر دیتے ہیں' جو لوگ پیغمبرؐ کی مخالفت کرتے ہیں' انہیں اس انجام سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت نہ پڑ جائے یا تکلیف دہ عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اس آیت میں واضح طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ حضورؐ کی دعوت یا بلاوا کسی ایسے ویسے کا حکم اور بلاوا نہیں جیسے کان بہرے کر کے آنکھ بچا کر یا کنی کترا کر نہ سنا جائے بلکہ حضورؐ کا بلاوا اور آپ کی بات ہی اونچی رہے' قابل ترجیح رہے۔

آج ساری دنیا کے مسلمان اپنے اپنے ملکوں میں جس مصیبت اور عذاب میں مبتلا ہیں' فلسطین' کشمیر' عراق' کابل' بوسنیا' چیچنیا' کوسوو' الجزائر' وہ سب حضورؐ کی نافرمانی کا نتیجہ ہے' اپنے پاکستان خدا اور رسولؐ سے بڑھ کر امریکہ اور مغربی طاقتوں کو خدا مان کر ان کے اشاروں پر ہم نے جو کچھ کیا' اس کی سزا اتنی قربانیوں اور تابعداریوں کے باوجود ہم بھگت رہے ہیں اور نہ جانے ابتداء کیا کچھ بھگتے رہیں گے۔ مہنگائی کا عذاب' لوٹ مار' ڈاکہ زنی' ورہزنی کے آئے دن واقعات نے لوگوں کا جینا حرام کر دیا ہے' جب دلوں میں رسول خدا ﷺ کا احترام تھا' آپ کی بات کو اونچا سمجھا جاتا تھا تو وہ ہمارے عروج اور ترقی کا دور تھا جب مسلمانوں نے امریکہ کی بات کو اونچا سمجھا اس کے اشاروں پر عمل کر دیا اور نصف صدی سے اس پر عمل ہوتا رہا تو آج ہم ذلت و رسوائی کی دلدل میں پھنستے چلے جا رہے ہیں اور ہم آج یہود و ہنود کے رحم و کرم پر ہیں۔

کسی کی بات کو توجہ سے سننا اسے بسر و چشم تسلیم کرنا اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب بات کرنے والے کی عزت واحترام دل میں موجود ہو۔ یہ قلبی احترام جہاں اس شخصیت کے سامنے اونچی آواز سے باز رکھتا ہے' وہاں اس کی ہدایت اور احکام کی تعمیل میں مستعدی' بلکہ مجنونانہ بجا آوری پر آمادہ رکھتا ہے۔ اردو کے شاعر میر تقی میر نے کیا خوب کہا ہے

دور بیٹھا غبار رہ سے میر   عشق بن یہ اَدب نہیں آتا

حضور ﷺ کے ساتھ دور اول کے مومنین وصحابہ کرام کو جس قدر محبت تھی اور جتنا احترام تھا ان کے سامنے اونچی آواز سے بولنا تو کجا حضورؐ کی ہر ہر بات پر' ہر حکم پر' ہر عادت و انداز پر سو جان سے فدا ہوتے تھے' اور ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے' خواہ حضورؐ کا وہ عمل دینی ہدایات پر ہوتا! حضورؐ کی ذاتی اور طبعی عادت کے مطابق ہوتا' اس کے برعکس ہمارا یہ حال ہے کہ حضورؐ کی واضح ہدایات کو جانتے ہوئے بھی اپنی زندگیوں کے معاملات و درجات' رسومات اور فیصلوں میں اپنی بات اونچی رکھتے ہیں اپنا شملہ' اپنی ناک اونچی رکھتے ہیں' ہم اپنی بات کی تردید اور مخالفت میں شملہ گرنے اور ناک کٹنے سے کتراتے ہیں۔

ہماری زیر بحث آیت اتری تو حضرت ثابت بن قیس بن شماس گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہا اور رونے لگے کیونکہ وہ اپنی قوم کے سردار تھے' زیب وزینت کے دل دادہ' بارعب وبلند آواز تھے' انہیں یہ فکر لاحق ہوئی کہ اونچی آواز کی وجہ سے میرے اعمال غارت ہوجائیں گے اور میں دنیا و آخرت میں نامراد ہوجاؤں گا' حضورﷺ نے ان کی مسلسل غیر حاضری کو محسوس فرما کر دریافت فرمایا تو بتایا گیا کہ اس آیت کی تہدید وتنبیہ کی وجہ سے وہ ڈرتے ہیں کہ انہی اونچی آواز کی وجہ سے کہیں خدا کے غضب کے سزاوارانہ بن جائیں' حضورﷺ نے انہیں بلا کر تسلی دی کہ آپ نے میرے احترام اور خدا کے حکم کا اتنا خیال رکھا اس کے بدلے میں آپ نے انہیں جنت کی بشارت اور شہادت کی پیشن گوئی فرمائی۔

۲۔ حضورﷺ کی مجلس میں صحابہ کرامؓ کا یہ عالم ہوتا تھا کہ حضرت اسامہ بن شریک کی روایت کے مطابق صحابہؓ ایسے بت بنے بیٹھے ہوئے تھے جیسے ان کی سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوں کہ ذرا حرکت ہوئی تو وہ اڑ جائیں گی' عقیدت و محبت کا یہ حال تھا کہ آپؐ وضو کا پانی بھی نیچے نہ گرنے دیتے تھے' ہاتھوں پر تھام کر چہروں پر ملتے تھے حضورؐ نے سب دریافت فرمایا تو کہنے لگے ہم اس سے برکت حاصل کرتے ہیں' آپؐ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی دوستی چاہتا ہے اسے گفتگو میں سچائی' معاملات میں دیانت اور پڑوسیوں کو تکلیف دینے سے باز رہے۔

۳۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں حضورﷺ ہجرت کے بعد کچھ عرصہ مقیم رہے' آپؐ مکان کی نچلی منزل میں ٹھہرے ہوئے تھے اور حضرت ابوایوب انصاریؓ اوپر کی منزل میں رہتے تھے۔ حضرت ابوایوبؓ کا آپؐ سے محبت کا عالم تھا' اور احترام کی یہ کیفیت کہ اوپر منزل میں سوتے وقت کونوں میں دبکے پڑے رہتے تھے کہ ایسا نہ ہو جہاں وہ سوئے ہوں ٹھیک نیچے حضورؐ سوئے ہوئے ہوں تو یہ بے ادبی ہوگی۔ آپ کے گھر سے حضورﷺ کے لئے کھانا آتا تھا جب برتن واپس ہوتے تھے تو برتن میں بچے ہوئے کھانے کو بڑی رغبت سے کھاتے تھے اور پلیٹ کے اسی حصے سے کھاتے تھے جہاں آپ کی انگلیوں کے نشان ہوتے تھے اور حضورؐ نے کھایا ہوتا۔ حضورؐ لہسن اور پیاز نہ کھاتے تھے کہ اس کی بُو منہ سے نہ آئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اپنے لئے بھی لہسن اور پیاز کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ ایک دن رات کو پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا' تو ابوایوب انصاریؓ نے وہ تمام پانی اوڑھنے والے کمبل میں جذب کرلیا تاکہ اوپر سے پانی کا کوئی قطرہ حضورؐ پر نہ گر پڑے اور خود ساری رات بغیر کمبل کے سردی میں ٹھٹھرتے رہے کہ کمبل گیلا ہوگیا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن استادِ محترم امام مالکؒ کے درس حدیث میں شریک تھا میں نے دیکھا کہ حضرت امام مالکؒ کے چہرے پر جھرجھری آئی۔ چہرے پر اذیت اور تکلیف کے آثار نمودار ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چہرہ زرد پڑ گیا' لیکن درس کا سلسلہ حسب دستور جاری رہا کہ حضرت امام مالکؒ وہی ہیں جن کی کتاب ''موطا امام مالک احادیث نبوی کی مستند مجموعہ ہے یہ غیر معمولی حافظ کے مالک تھے خود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ

کوئی عبادت یاد تو پھر کبھی ذہن سے نہ نکلی۔ ان کی طالب علمی کا دور نہایت تنگی ترشی سے گزرا یار ہا مکان کی چھت سے لکڑیاں نکال کر فروخت کرنا پڑیں اور تعلیم کے اخراجات پورے کئے۔ خداوند تعالیٰ نے بدلہ دیا تو خوشی کے دن نصیب ہوئے' اچھے سے اچھا کپڑا پہنتے اور اچھا کھانا کھاتے۔' عبداللہ ابن مالکؒ فرماتے ہیں کہ درس کے دوران چہرے کا رنگ بدلا' تکلیف کے آثار ظاہر ہوئے درس حدیث کے دوران وہ جس پہلو بیٹھے ہوتے دوسرا پہلو نہ بدلتے ایسا کرنا ان کے نزدیک تدریس حدیث کی بے ادبی تھی' درس ختم ہونے کے بعد لوگ چلے گئے' تو میں نے چہرے کی کیفیت کا سبب پوچھا۔ فرمایا ''درس کے دوران بچھوں نے کاٹا تھا' دس بار اس نے ڈنگ مارا' میں نے برداشت کیا' تاکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہوئے ضبط سے کام نہ لیتا' اٹھتا یہ پہلو بدل دیتا تو یہ حدیث کی بے ادبی ہوتی''

ہم حضور ﷺ کی حدیث سنتے بھی ہیں سناتے بھی ہیں اس دوران کتنی بے ادبیاں سرزد نہیں ہوتیں۔ حضورؐ کی باتیں ہو رہی ہوں تم ہم اپنے جسمانی تقاضے اور معمولی کھجلی تک کو برداشت نہیں کر سکتے' اپنی سرگوشیاں جاری رہتی ہیں گویا ہم حضورؐ کی بات سے اپنی بات مقدم رکھتے ہیں۔ پھر جہاں آپ کا حکم ہوتا ہے ہم اپنا حکم' اپنا فیصلہ' اپنی رائے اونچی رکھتے ہیں' جو یقیناً ہمارے اعمال صالحہ کے ابطال کا سبب ہوتا ہے۔

ہندوستان کی سرزمین پر بہت سے حکمرانوں نے حکومت کی ہے مگر ان میں سلطان ناصر الدین جیسا کوئی نہ ہوگا' ناصر الدین سلطان التمش کے بیٹے تھے وہی التمش جن کی پرہیزگاری کا مشہور واقعہ ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وصیت کے مطابق کہ ان کا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی نمازِ تہجد قضا نہ کی ہو' نہ کسی غیر عورت پر نگاہ ڈالی ہو' انکی نماز جنازہ میں ہزاروں مشائخ علماء' رؤسا اور عام افراد موجود تھے مگر ان شرائط پر کوئی بھی پورا نہ اترتا تھا' آخر سلطان التمش آگے بڑھے اور قطب الدین بختیار کاکیؒ کی نماز جنازہ پڑھائی کہ وہ قطب صاحب کی شرائط پر پورے اترتے تھے۔

سلطان ناصر الدین اسی پرہیزگار باپ سلطان التمش کا بیٹا تھا' ملکی امور میں مہارت کا علاوہ پرہیزگاری اور اطاعت خداوندی میں بھی کامل تھا' قرآن کریم کی کتابت کر کے گھر کا خرچ چلاتا تھا سرکاری خزانہ سے ایک پائی بھی اپنے گھریلو اخراجات میں خرچ نہ کی' ناصر الدین بائیس سال تک ہندوستان پر حکمران رہا۔ ان کے دورِ حکمرانی میں ان کی بیوی گھر کا سارا کام کاج خود کرتی' کھانا پکانا' جھاڑو دینا اور برتن دھونا' ان کے معمولات تھے ایک دفعہ روٹی پکاتے ہوئے ہاتھ جل گیا' اور سلطان ناصر الدین سے کہا کہ گھر کے کام کاج کے لئے لونڈی خرید لیجئے' سلطان نے جواب دیا کہ میری مالی حالت ایسی نہیں' سرکاری خزانہ کا میں نگران اور رعیت کا خادم ہوں' سرکاری خزانہ سے لینے کا حقدار نہیں ہوں' صبر کرو' اللہ تمہیں محنت کا اجر دے گا۔ اور آج ہمارے پیارے پاکستان میں سرکاری خزانہ کو باپ کی وراثت سمجھا جا رہا ہے۔ اور لوٹ مار مچی رہتی ہے۔

سلطان ناصر الدین کے درباری بھی اس کی طرح عابد وزاہد تھے' ہما شما قسم کے نہ تھے' ایک دن سلطان نے اپنے قریبی درباری کو اس کے اصلی نام کی بجائے وقتی طور پر فرضی نام سے پکارا' درباری نے فرضی نام سن کر حیران ہوا کہ بادشاہ کو میرا نام تک یاد نہیں۔ مجھے فرضی نام سے پکار کر میری توہین و تذلیل کی ہے اور اس غصہ میں تین دنوں تک دربار میں جانا چھوڑ دیا۔ چوتھے دن حاضر ہوا تو سلطان ناصر الدین نے اس سہ روزہ غیر حاضری کا سبب پوچھا۔ درباری نے جواب دیا: آپ نے اس دن میرے نام سے نہ پکارا تو میں سمجھا کہ آپ ناراضگی کی وجہ سے میرا نام لینا نہ چاہتے ہیں' سلطان ناصر الدین نے کہا واللہ ایسا نہیں تھا' یہ فرضی نام کسی ناراضگی کی وجہ سے نہ تھا' بلکہ میں اس وقت بے وضو تھا اور بے وضو آپ کا نام لینا اس نام کی بے حرمتی و بے ادبی تھا کہ تمہارا نام جو ہم سب کے آقا کا نام ہے۔ بھئی تمہارا نام آقائے نامدار ﷺ نام محمدؐ کے نام پر محمد ہے جسے بے وضو لینا اس نام کی توہین ہوتی۔

حضور ﷺ کے نام کی یہ توقیر یہ احترام سبحان اللہ۔ بات وہی ہوتی

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک وگلاب　　　هنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی است

ادھر ہمارا یہ حال ہے کہ حضورؐ کے نام پر رکھے گئے ناموں اور خود خداوند کریم کے ناموں سے موسوم افراد کے ناموں کو بے وضو لینا تو دور کی بات ہے ہم ان ناموں کا ایسا حلیہ بگاڑتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ مانہ' مانی رحمٰن کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں' ہمد' ہمدا' محمڈن' موہد Mohd مستیٰ' محمد اور مصطفیٰ کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں' اس کے بعد حضورؐ اور خداوند تعالیٰ کے احکامات اور تعلیمات کے چہرے مسخ کر کے اپنے رسوم ورواج' روایات واقدار پر چلنا اور حضور کی بات کو دبا کر اپنی آواز اٹھانا' ہمارے لئے کون سا مشکل ہے۔ باادب بانصیب بے ادب بے نصیب کے کرشمے نہیں کہ آج ہم دنیا میں ذلیل وخوار ہیں جو قومیں اپنی روایات واقدار دینی کو خود پامال کرنے لگ جائیں وہ غیروں میں کب عزت مند اور مہذب ہوسکتی ہیں۔

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت　　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

کوئی بھی عزت مند خدا اور رسولؐ کے دروازے سے منہ موڑے گا اسے کہیں بھی عزت نہ ملے گی' عزت و احترام کے مستحق خدا اور اس کا رسول ہیں اور انہی انسانوں کے ساتھ وابستگی میں ہماری عزت کا دارومدار ہے' حضرت بشیر بن حارث راستے پر جارہے تھے کہ انہیں زمین پر کاغذ کا پرزہ پڑا ہوا ملا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا' انہوں نے وہ پرزہ نہایت احترام سے اٹھایا' چوما' اسی وقت ان کے جیب میں دو درہم تھے قریب ہی عطار کی دکان تھی' ان دو درہموں کا بہترین عطر خریدا اور اس پرزے کو اس کی خوشبو میں بسادیا' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مختصر فقرے میں خداوند تعالیٰ کے تین ذاتی وصفاتی نام ہیں۔ حضرت بشیر بن حارث نے قرآن کریم آیت اور خدا کے ناموں کو خوشبو میں بسایا تو ہم تمہارے نام کو دنیا وآخرت میں خوشبو سے مہکائیں گے۔

محبت کا تقاضا ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا اپنائی جاتی ہے‘ اور ہر بات مانی جاتی ہے‘ دیکھ لیجئے ہماری موجودہ نسلوں کو قومی کھلاڑیوں‘ فلمی اداکاروں‘ گلوکاروں سے محبت ہے‘ تو ہمارے انداز طور طریقے‘ لباس‘ بالوں کی تراش خراش‘ فیشن کے طریقے انہی جیسا اپنائے جارہے ہیں‘ قوم کی نسلوں کی اسی رغبت اور پسندیدگی کو دیکھ کر مصنوعات انہیں کے اشتہارات کے ذریعہ فروخت کرتے ہیں‘ کیونکہ یہی لوگ آج کی دنیا کے آئیڈیل اور معیار ہیں۔

ایک نانبائی روٹیاں بیچا کرتا تھا‘ آواز لگاتا‘ تازہ روٹی ایک پیسہ اور باسی روٹی دو پیسے‘ ایک شخص نے یہ انوکھی آواز سنی تو پاس جاکر پوچھا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ تازہ روٹی سستی اور بارہ روٹی مہنگی ہو نانبائی نے کہا‘ بھائی ہمارا تو یہی نرخ ہے تم تازہ روٹی لے لو۔ اس شخص نے کہا مجھے اس الٹے نرخ کا راز معلوم کرنا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ باسی روٹی کیوں مہنگی ہے؟ نانبائی نے بتایا باسی روٹی رسول خدا کے زمانے سے ایک دن قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ بابرکت اور قیمتی ہے جبکہ تازہ روٹی ایک دن دوری کی وجہ سے وہ برکت وسعادت نہیں رکھتی۔ خریدار یہ سن کر چیخ اٹھا اور کہا پھر تو یہ اور بھی سستی ہے‘ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز رہے حضورؐ کے ساتھ سچی محبت کرنے والوں کا جذبہ کہ وہ اتنی سی بات میں بھی محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔

اور یہ واقعہ تو احادیث کی کتابوں صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں جہاں کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے‘ وہاں آپ کے سہارے کے لئے بطور منبر کھجور کا خشک تنا گاڑ دیا گیا تھا‘ جب خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے منبر تیار ہوکر رہ گیا۔ حضورؐ نے تنے کا سہارا لینا چھوڑ دیا‘ تو کھجور کا وہ خشک تنا آپ کی جدائی میں درد سے بلبلا اٹھا‘ بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ جس طرح پورے دنوں کی گابھن اونٹنی بچے جنتے وقت بلبلاتی ہے اس خشک تنے کا رونا ایسا ہی تھا‘ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ جس طرح درد سے تڑپتا ہوا بچہ روتا ہے کھجور کا تنا ایسا ہی رو رہا تھا اس کے یوں رونے سے مسجد نبوی کی فضا سوگوار ہوگئی اور صحابہ کرام بھی رونے لگے‘ حضور سرور کائنات ﷺ تنے کی طرف تشریف لے گئے‘ اسے سینے سے لگا دیا تو وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرنے لگا‘ تنے کے درد میں تمام صحابہ کرامؓ شریک تھے‘ رو رہے تھے‘ کہ تنا خاموش ہوگیا اور مطمئن نظر آنے لگا‘ حضور ﷺ نے فرمایا‘ میں نے اسے تسلی دے دی ورنہ قیامت تک روتا رہتا۔ حضور ﷺ سے زیادہ دردمندوں کے بہلاؤ اور کون تھے۔ آپ نے تنے سے پوچھا کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے سابقہ ماحول میں لوٹ جاؤ اور پھر سے سرسبز شاداب ہوجاؤ تو میں تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ خدائے بزرگ وبرتر تجھے جنت میں کوئی مقام عطا فرمائے تو اسکی دعا کروں۔ صحابہ کرامؓ منتظر تھے کہ تنے نے کون سا مقام پسند کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد زبان مبارک سے نکلا کہ اس تنے نے دنیا کی چند روزہ بہاروں اور شادابی کی بجائے جنت الخلد کے مقام اور مرتبہ کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی کی ابتدائی صفوں میں جگہ کھود کر تنے کو دبا دیا گیا۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۶۰ پر)